حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

مترجم

جناب سید شاہ ڈاکٹر محمد علی ارشد

ناشر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..... ارشاد الطالبین وارشاد السالکین

مصنف ..... حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

ناشر ..... مکتبۂ شرف خانقاہ معظم بہار شریف

طبع اوّل..... ۱۹۸۵ء

طبع دوم ۲۰۰۳ء

صفحات ۴۸

تعداد ۱۰۰۰

قیمت ۲۵/روپے

کمپوزنگ..... محمد ناصر خان چشتی (فاضل دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)

☆ملنے کے پتے☆

- مکتبہ شرف، خانقاہ معظم بہار شریف، نالندہ
- خانقاہ فردوسیہ، ۱۸، لنٹن اسٹریٹ، کلکتہ ۱۴
- ڈاکٹر محمد علی ارشد، محلّہ بھینساسور، بہار شریف (نالندہ)

فہرست مضامین

ارشادُ السالکین

☆☆......☆......☆......☆......☆☆

حرفِ آغاز

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

ارشاد الطالبین اور ارشاد السالکین کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت مخدوم جہاں سلطان المحققین شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری فردوسی رحمتہ اللہ علیہ کے یہ دونوں رسائل طالبان معرفت اور سالکان طریقت کے لئے نور ہدایت اور شمع راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔- اور ان دونوں مختصر رسائل کو آپ کے مکتوبات وملفوظات کا مقدمہ اور متن کہا جائے تو غلط نہ ہوگا- یہ رسائل وجود وحدانیت باری تعالیٰ کے مظہر اور آئینہ ہیں اور علم کا وہ بحر بیکراں ہے جس میں اشیاء کی معرفت موجزن ہے-العلم معرفۃ الشیئ کما ھو-

ان دونوں رسالوں میں کلمہ اوّل کی حقیقت پر ایسی جامع ودل افروز بحث کی گئی ہے جس کے ادراک سے توحید ورسالت کے وسیع وعمیق سربستہ علم کی عقدہ کشائی ہوتی ہے-حضرت مخدوم نے اپنی محققانہ بصیرت، فاضلانہ صلاحیت، اجتہادی قوت اور خداداد قابلیت سے رضائے الٰہی اور طلب خداوندی کے وہ نادر نسخے بتائے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں لطف ومحبت کی خلعت سے آراستہ ہونے کے ایسے طریقے قلم بند فرمائے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہوکر مومن، مومن کامل بن سکتا ہے۔ طالب، طالبِ صادق ہوسکتا ہے اور سالک سلوک ومعرفت کی مشکل ترین منزلوں کو طے کرکے...... من کان اللہ کان اللہ لہ...... کی دولتِ لازوال سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ یہ وہ

کتابیں ہیں جن میں ......دع نفسک وتعال......کی فرحت بخش وادی کی سیرِ کرائی گئی ہے- خواہشاتِ نفسانی کے بت کو توڑنے، تمنا اور آرزو کے شیش محل کا قلع قمع کرنے دیارِ محبوب تک پہنچنے میں جو صعوبتیں حائل ہوں ان کے آگے سینہ سپر ہو جانے کا درس دیا گیا ہے- تکمیلِ ایمان کے تمام مراحل ضبطِ نفس، تقویٰ وطہارت، اخلاق وللہیت، خدا اور رسول ﷺ سے محبت، خضوع وخشوع، معصیت سے اجتناب، عملِ صالح کی ترغیب اور اسی طرح کے دوسرے کلمات کی تشریح بہت ہی جامع انداز میں کی گئی ہے اور توحید کے عمیق مفہوم کو نہایت آسان اور سہل پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے جو آسانی سے اخذ کیا جا سکتا ہے-

چونکہ یہ رسائل فارسی زبان میں ہیں اور فارسی کتابوں کی اشاعت اس دور میں زیادہ مفید نہیں ہے، اس لئے طالبانِ علم کے ذوق وشوق کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ نے عم محترم جناب ڈاکٹر مولانا محمد علی ارشد صاحب سے ان دونوں رسائل کے اردو ترجمہ کی فرمائش کی۔ عم موصوف کو حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات وملفوظات کے افہام وتفہیم کا ملکہ اور آپ کے علمی سرمایہ کی صحیح ترجمانی کا فیضان ورثہ میں ملا ہے۔ انہوں نے ادارہ کی فرمائش پر آسان اور سہل انداز میں ترجمہ کیا ہے جو آپ کے پیش نظر ہے-

اللہ تعالیٰ اس خدمت کا شایان شان صلہ دے اور ان رسائل کو امتِ مسلمہ کی ترقی ونجات کا ذریعہ بنائے- آمین

پیش لفظ

از مترجم

بسم اللہ والحمد للہ والسلام علی رسول اللہ

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیفات میں "ارشاد الطالبین" اور "ارشاد السالکین" بظاہر مختصر ترین رسائل ہیں لیکن معنوی اعتبار سے دین اسلام اور علم وعرفان کا وہ بحر بیکراں ہیں جس کی موجیں مکتوبات اور ملفوظات کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت کے علمی سرمایہ کا جو شہ پارہ بھی اٹھایئے اس میں انہی دونوں کتابوں کی تشریح ملے گی اور ہر جگہ یہی مضامین نئے نئے انداز میں نظر آئیں گے۔ یہ دونوں کتابیں حضرت کی تعلیمات کی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اور آپ کی تعلیمات سے پورے طور پر واقف ہونے کے لئے پہلے ان دونوں کتابوں کا پڑھنا اور ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

ارشاد الطالبین میں تجدید ایمان کی دعوت بھی ہے اور اعمال صالح کی تبلیغ بھی......لا الٰہ الا اللہ......کے اسرار بھی ہیں اور......مُحمد رسول اللہ......کے انوار بھی......حقوق اللہ کی پاسداری بھی ہے اور حقوق العباد کی نگہداشت بھی......الصلوٰۃ معراج المؤمنین......کی تشریح کے ذریعہ ذوق

عبادت بھی ہے اور......ان القرآن یوصل العاشق الی المعشوق......کی توضیح کے ذریعہ شوق تلاوت بھی۔ جہاں نماز کی تاکید کی ہے وہیں قرآن کی تلاوت اور اس کو زندگی کا لائحہ عمل بنانے پر بھی زور دیا ہے۔ زہد وتقویٰ، قناعت، مراقبہ، احسان، جلال و جمال، ذکر وفکر، توبہ وانابت، غنا وفقر، آشتی در آشتی، کمالِ بے نیازی، کمالِ نیاز مندی جیسے اصطلاحات کو بہت ہی آسان اور سہل انداز میں سمجھایا ہے، ہر جگہ اتباع رسول ﷺ کی دعوت دی گئی ہے اور عبد و معبود کے رشتہ کو مستحکم بنایا ہے۔

ارشاد السالکین میں مسئلۂ وحدت الوجود کو بہت ہی مدلل بیان کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں وجودِ وحدانیت باری تعالیٰ کے زیر عنوان تخلیق کائنات کا سبب، عناصر اربعہ کی تخلیق ......ھوالظاہر ھوالباطن ......کی تشریح، عام فہم الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں جن کو روزانہ کا وظیفہ بنایا جائے اور ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ میں رکھی جائیں۔

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں
نگاہ شوق اگر ہو شریک بینائی

حضرت مخدوم جہاں کے دیگر علمی سرمایہ کی طرح یہ دونوں رسالے بھی فارسی زبان میں ہیں، عامتہ المسلمین کے استفادہ کے خیال سے مکتبۂ

شرف نے اخی معظم سیدی ومولائی حضرت جناب حضور سید شاہ محمد امجاد فردوسی مدظلہ العالی (زیب سجادۂ حضرت مخدوم جہاں) کے حکم سے ان دونوں رسائل کے اردو ترجمہ کی ذمہ داری راقم الحروف کے سپرد کی۔
حضرت کی خواہش عملی شکل میں آپ کے سامنے ہے، ترجمہ کی خامیوں کی طرف اربابِ علم کی نشان دہی میرے لئے مشعل راہ بنے گی۔
اللہ تعالیٰ ان کتابوں کے معانی دل پر کھول دے۔ اقوال کو افعال اور افعال کو احوال میں بدل دے...... رب اشرح لی صدری ویسر لی امری......

ارشاد الطالبین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہِ رَبّ العٰلمین لَا مَوجُودَ الاّ ھُو

والصّلوٰۃ عَلیٰ رسُولِہٖ سَیّدِنا محمدٍ لَا مَقصُودَ الاّ ھُو

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہاں کا، نہیں ہے کوئی موجود سوائے اس کے اور درود ہو اس کے رسول سید نا محمد ﷺ پر، نہیں ہے کوئی مقصود سوائے ان کے۔

تم جانو کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی تین قسمیں ہیں......وصول الی اللہ کی پہلی قسم یہ ہے کہ افعال ذمیمہ سے نکل آوے یعنی برے کاموں سے پاک ہو جائے اور یہی تزکیۂ نفس ہے......وصول الی اللہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ کے سوا تمام چیزوں سے منقطع ہو جائے اور یہی تصفیۂ قلب (یعنی دل کی صفائی) ہے......وصول الی اللہ کی تیسری قسم یہ ہے کہ اپنی صفات سے نکل جائے اور یہی روح کی تجلّی ہے۔طالبِ حق کے لئے ضروری ہے کہ اپنی صفتوں میں اس حد تک نکل جائے کہ اس کی بقاء اللہ تعالیٰ کی صفتوں کے ساتھ قائم ہو جائے۔

اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ اپنی صفتوں سے فنا ہو جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں کے ساتھ باقی رہے اور خودی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، تا کہ واجب والوجود کی تجلیات کے کل مناظر کا مشاہدہ اپنی ذات میں کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ ...... یعنی اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی، ظاہر بھی وہی ہے اور باطن بھی وہی ہے۔

اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ فنا کی کشتی میں بیٹھے تا کہ بقا کے ساحل پر پہنچے اور یہ جان لے کہ کشتی فنا اور ساحل بقا کیا ہے...... لَا اِلٰہَ...... کشتی فنا ہے اور...... اِلَّا اللہ...... ساحل بقا ہے۔ وہ ساری چیزیں جو نظر آتی ہیں اور جو معلوم کی جاتی ہیں تحت الثریٰ سے علوئے اعلیٰ تک مع اپنی ذات کے لَا کی کشتی فنا میں رکھ کر دریائے ھُوِیّت کی سیر کرے، یہاں تک کہ اِلَّا اللہ کے اثبات میں غوطہ لگائے اور بقا تک پہنچ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے...... شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ...... (اللہ نے گواہی دی کہ سوائے اس کے کوئی اللہ نہیں)۔

اس علم کا قاعدہ یہ ہے کہ جب لَا اِلٰہَ آئے تو تمام موجودات کو لَا کے دائرہ میں کھینچے اور جب اِلَّا ھُوَ پر پہنچے تو تصورات ربوبیت کے بوستان شوق میں اپنے دل کو لے جائے۔ محبت کا پھل چنے، اپنی روح کو وحدانیت کے

انوار کا مشاہدہ کرائے، اپنے سِرّ کو الوہیت کے اسرار میں مستغرق کر دے۔ اخلاص کا تاج سر پر رکھے، حضوری کا پٹکا کمر میں باندھے، عبودیت کے گھوڑے پر سوار ہو جائے، عبادت اور تقویٰ کا کوڑا ہاتھ میں لے لے، وحدت اور وحدانیت کے میدان میں گھوڑے کو دوڑا دے تا کہ مقام احدیت تک پہنچ جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے......قُلْ هُوَ اللّٰہ اَحَد......(کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے)۔

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ آب توحید سے اپنے دل کی پرورش کرے، اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور کرے۔ اس کے بعد صانع مطلق کی تجلیات کے دریا میں غوطہ لگائے تا کہ ...... اَلاِنسَانُ سِرِّی وَصِفَتِی وانا سرہٗ......(انسان میرا راز اور میری صفت ہے اور میں اس کا راز ہوں) کا گوہر نایاب ہاتھ آئے۔ اس لئے کہ روح کو جان کہتے ہیں اس میں ایک سِرّ ہے، اس کو جاناں کہتے ہیں اور وہ مقام محبوب کے انوار کا ہے بلکہ عین محبوب ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے کہ:

انّ فی جسد ابن آدم لمضغۃ وفِی الْمُضغَۃِ قَلْبٌ وفِی القَلبِ فؤاد وفِی الفواد الضمیر سر وفی السرانا۔

”انسان کے بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، لوتھڑے میں

قلب ہے، قلب میں فواد ہے، فواد میں ضمیر ہے، ضمیر میں سِرّ ہے اور سِرّ میں، مَیں ہوں"۔

اے عزیز! طالب کو چاہیۓ کہ وہ اپنی انانیت کے شہر پر حملہ کر دے، غارت کر دے، جلا دے اور جڑ سے اکھاڑ دے تا کہ انانیت معبود کے شہر تک پہنچ جائے۔ اس لئے کہ شہر انیت خودی کو شہر نفسانی کہتے ہیں اور شہر انیت معبود کو شہر روحانی کہتے ہیں اور شہر روحانی کو شہر معانی کہتے ہیں۔ (یعنی طالب کی اپنی انانیت اور خودی اس کی نفسانیت ہے اور معبود کی انانیت عالم روحانی ہے اور عالم روحانی کو عالم معانی کہتے ہیں) طالب کو چاہیۓ کہ روحانی شہر کو آباد کرے تا کہ نفس اور شیطان کی قید سے آزادی اور چھٹکارا مل جائے۔ تزکیہ نفس حاصل ہو، دوئی کی نجاست قلب اور جسم سے زائل کر دے، یگانگی کی پوشاک پہنے اور محبت و دوستی کے محل میں داخل ہو تا کہ محبوب کا محرم راز و اسرار ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام قدسی میں فرمایا ہے...... اَلاِنسَانُ سِرِّی وَاَنَا سِرُّہٗ...... (انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں) محبت کی شراب پیۓ اور ہمیشہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کے شکر کے ذوق میں ڈوبا رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ

(جدھر تم دیکھو ادھر اللہ کا چہرہ ہے، بے شک اللہ بہت بڑا جاننے والا ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مارأیتُ شیاً اِلاّ رایتُ اللہ فیہ وما رأیتُ شیاً الا اللہ فلیس فی الدارین غیر اللہ فلیس فی الدارین غیرہٗ۔

(میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اس میں اللہ کو دیکھا اور میں نے اللہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا، دونوں جہاں میں کچھ نہیں ہے، سوائے اللہ کے، اور نہیں ہے دونوں جہاں میں سوائے اللہ کے) اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وَالَّذِینَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہ...... (اور جو لوگ ایمان لائے، اللہ کی محبت میں سخت ہیں)۔

اے عزیز! طالب کو چاہئے اپنے قالب کی عمارت کو اللہ کی معیت پر تصور کرے، اقوال، افعال، احوال، حرکات وسکنات میں، کھانے، پینے، سونے اور جاگنے میں یعنی ہر حال میں اللہ کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے...... وَھُوَ مَعَکُم اَینَمَا کُنتُم واللہ بما تَعمَلُونَ بَصِیر ...... (اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے)

اور حدیث قدسی ہے:

نُم عَبدِی لَاکنوم العَوَام نم عَبدی کنوم العُرُوس یَا عبدی ما تصنع بغیری وانت مخوف تجربی وتصنع بی وتنعم لی وتانس لی وانَا خیر لک من کل سوائی۔

(اے میرے بندے تو سولیکن عوام کی طرح نہ سو، اے میرے بندے تو دلہن کی طرح سو، اے میرے بندے کیا تو بسر کرتا ہے میرے غیر کے ساتھ، حالانکہ تو ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے، مجھ سے کام رکھ اور میرا انعام حاصل کر، اور مجھ سے مانوس رہ، اس لئے کہ میں تیرے لئے بہتر ہوں اپنے ہر ماسوا سے)۔

پس چاہئے کہ اقوال، افعال اور احوال میں فاعل حقیقی پر قائم رہے اور ہر حال میں اسی سے مدد طلب کرے، اور یہ یقین رکھے کہ...... لاَ فاعِلَ فی الوجودِ الا اللہ...... (اللہ کے سوا کسی فاعل کا وجود ہی نہیں) اور قرب الٰہی کے دریا سے ہمیشہ انسیت رکھے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نَحنُ اَقرَبُ اَلیہِ مِن حَبلِ الوَرِید، وَنَحنُ اقرَبُ اَلیہِ مِنکُم وَلکن لَاتُبصِرُون

(ہم اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں اور ہم تم سے بہت قریب ہیں مگر تم نہیں دیکھتے)

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ صبح و شام اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھے اور اپنے دل میں اللہ کے ذکر کے سوا کسی چیز کا گذر ہونے نہ دے اور ہر حرکت و سکنت اللہ ہی کے لئے ہو۔

خواہم کہ بیخ صحبت اغیار بر کنم
در باغ دل رہا نہ کنم جز نہال دوست

از دل بدر کنم غم دنیا و آخرت

یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

(میں چاہتا ہوں کہ غیروں کی محبت کی جڑیں اکھاڑ دوں، دل کے باغ میں درخت محبوب کے علاوہ کسی چیز کو رہنے نہ دوں، دل سے دنیا اور آخرت کا غم نکال دوں، خانۂ دل میں اسباب رہے یا صرف خیال دوست) اللہ کے ذکر میں ایسا مستغرق ہو کہ اپنے آپ سے فانی ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

یاَیُّھَا الَّذِیْ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ٥

(اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو، صبح وشام اس کی تسبیح کرو)

اے عزیز! طالب کو یہ جاننا چاہئے کہ یادِ حق کی تین قسمیں ہیں، زبان سے یا دل سے یا سِر سے (یاد کرے) طالب کو چاہئے کہ اپنے تمام اعضاء کو ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رکھے، اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طلب اور احاطہ میں مستغرق رکھے، اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے تصور سے روشن کرے اور اپنے سِر (راز) کو مذکور کے ساتھ ملا دے تا کہ اپنے اعضاء اور تمام منظورات کے ذکر کو سنے اور ہر رونگٹا زبان ہو جائے اور تمام اشیاء کے ساتھ ذاکر ہو جائے۔ عنایت الٰہی سے ذاکر جب اس مقام پر

پہنچتا ہے تو وہ خود اللہ تعالیٰ کے ذکر میں فانی ہو جاتا ہے اور بجائے ذاکر وہی مذکور رہ جاتا ہے۔

من تُو شدم تُو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(میں تُو ہوا تُو میں ہوا، میں جسم ہوا، تو جان ہوا کوئی پھر یہ نہ کہے میں دوسرا ہوں تو دوسرا ہے)

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہئے کہ طالب کس کو کہتے ہیں، طالب اس کو کہتے ہیں جو ان تین مقامات سے مستغنی ہو۔ پہلا مقام یہ ہے کہ ......الطالب ھوالمستغنی عن الدنیا و مافیھا......طالب دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے مستغنی ہو جائے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ......الطالب ھوالمستغنی عن الدنیا والاٰخرہ......یعنی طالب علم دنیا اور آخرت دونوں سے بے پرواہ ہو جائے۔ اور تیسرا مقام یہ ہے کہ......الطالب ھوالمستغنی عن ذاتہ......یعنی طالب اپنی ذات سے بھی بے نیاز ہو جائے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......الدنیا حرام علی الاٰخرہ والاٰخرہ حرام علی اھل الدنیا وھما حرامان علی اھل اللہ تعالیٰ......(یعنی دنیا حرام ہے اہل آخرت پر، اور اہل دنیا پر آخرت حرام ہے، اور یہ دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ......من کان یرید حرث الدنیا نوتیہ منھا و مالہ فی

الاخرة من نصیب...... (جو دنیا کی کھیتی (نفع) کا ارادہ کرتا ہے، ہم اس کو دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں) بیت

گر طالب مائی مطلب ہیچ مرادے کز یافتن ماست ترا جملہ مرادے

(اگر تو ہم کو چاہتا ہے اور میرا طالب ہے تو اپنی کوئی مراد مت مانگ، اس لئے کہ ہم کو پالینا ہی تیری ساری مراد ہے)

واذا بلغ الطالب طلب الحقیقۃ فھو المطلوب

جب طالب حقیقت کی طلب میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو خود مطلوب بن جاتا ہے۔

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کو نور معرفت سے روشن کرے، اپنی بینائی کو حق کے مشاہدہ میں خرچ کرے اور ہمیشہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ میں رہے، اور یہ جاننا چاہئے کہ مشاہدہ کیا ہے...... المشاھدۃ رویۃ المحبوب فے الحجاب الدقیق وھو المخلوقات کلھا...... (مشاہدہ باریک پردہ میں محبوب کا دیدار ہے اور باریک پردہ کل مخلوقات ہے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ...... وکان اللہ بکل شیئ محیط...... (اور اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) اور پھر ایسا ہی قول اللہ تعالیٰ کا ہے...... وما یشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین ...... (اور وہ کچھ نہیں چاہتے ہیں، مگر جو اللہ رب العالمین چاہتا ہے)۔

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ ہمیشہ زہد و تقویٰ اور قناعت میں

رہے، اے عزیز! تم جانو کہ زہد، تقویٰ اور قناعت کیا ہے ......الزھد ھو الترک الدنیا......(زہد دنیا کا ترک کرنا ہے) جیسا کہ سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ......ترک الدنیا راس کل عبادۃ وحب الدنیا راس کل خطیۃ والتقویٰ ھوالترک ماسوی اللہ والقناعت ھوالخرج عن صفاتہ......(دنیا کا چھوڑنا ہی ہر عبادت کی جڑ ہے، اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے، اللہ کے سوا تمام چیزوں کو چھوڑ دینا تقویٰ ہے اور اپنی صفات سے نکل آنا قناعت ہے)۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے:

مَن تَنَحَّ بِنَا عَن غَیرِنَا کُنَّا لَہٗ وَمَالَنَا

(جس نے میرے غیر سے علیحدہ ہو کر مجھ پر قناعت کی بنیاد رکھی میں اس کا ہو گیا) اور یہ بھی مشہور ہے کہ......من لہ المولی فلہ الکلّ......(جس کا مولیٰ ہو گیا اس کا سب ہو گیا)

آنانکہ ہر دو کون بیک جونمی خرند ایشاں دمے زصحبت غیرے کجا رسد

(جن کی نظر میں دونوں جہاں کی قیمت جو برابر بھی نہیں ہے وہ غیر حق کی محبت کا دم کیونکر بھر سکتے ہیں)

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ موجودات کے علم میں اپنے کو دانا اور بینا بنائے اور اپنے دل میں کسی چیز کا گذر نہ ہونے دے، کسی چیز کے وجود کو موجود نہ جانے۔ واجب الوجود کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ اس لئے کہ تمام

مخلوقات واجب الوجود کی تجلیات سے روشن ہیں اور سب اسی سے قائم ہیں۔

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہئے کہ موجود تین ہیں اور بعض چار کہتے ہیں۔ واجب الوجود، ممکن الوجود، جائز الوجود، ممتنع الوجود۔ واجب الوجود حق تعالیٰ ہے اس لئے کہ اس کی ابتداء اور انتہاء نہیں ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا...... کل منظورات کو جائز الوجود کہتے ہیں اس لئے کہ اس کی ابتداء وانتہاء ہے...... اور کل معلومات کو ممکن الوجود کہتے ہیں اس لئے کہ وہ تمام عالم میں ہیں...... اور شریک خدا کو ممتنع الوجود کہتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ کا کوئی شریک اور مثل نہیں ہے۔

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گزارے ہر دم اور ہر سانس کو یادِ حق میں صرف کرے۔ بیت:

انفاس پاس دار اگر مرد عاقلے　　　کانراخراج ملک دو عالم بود بہا

(پاس انفاس کی مشق رکھ، اگر عقل والا ہے، کیونکہ اس کی قیمت دونوں جہاں کے خراج کے برابر ہے)

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ اپنے ہفت اندام کو اپنے معبود کی طلب میں بے قرار رکھے اور دنیا کو اپنے دل میں تلخ کرے، اور اپنی زبان کو غیر کی گفتگو سے پاک رکھے، اپنی روح کو غیر کی محبت سے صاف رکھے

اور حق کے ساتھ انسیت رکھے تا کہ مقامِ محبوبیت میں پہنچے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

......فاذکرونی اذکرکم......(تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہئے کہ جو موجود اصلی ہے کبھی معدوم نہ ہوگا اور جو معدوم اصلی ہے وہ ہرگز موجود نہ ہوگا......الموجود موجود دائم لا فناء لہ ابدا والمعد وم معدوم دائم لا بقاء لہ ابداً......(یعنی جو موجود ہے وہ ہمیشہ موجود ہے اس کو کبھی فنا نہیں اور جو معدوم ہے ہمیشہ کے لئے معدوم ہے اس کے لئے بقا نہیں)

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہئے کہ فنا کیا ہے:......الفناء ھوالخروج عن ذاتہ حتی یوجد لا فاعل الوجود الا اللہ فاذا بلغ الطالب طلب الحقیقۃ فی ھذہ المنزلۃ فلا یبقیٰ الا ھو......(فنا اپنی ذات سے نکل جانا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں معنیٰ تک پہنچ جائے کہ خدا کے سوا کوئی وجود کا فاعل نہیں ہے جب طلب حقیقت کا طالب اس منزل پر پہنچ گیا تو سوائے اس کے کچھ باقی نہ رہا)

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ وہ خود کو مخلوق، منظور، معلوم، مرزوق اور مامور سمجھے اور احکم الحاکمین کی مشیت کے حکم پر خوش اور راضی رہے اور اپنی ارادت کو اللہ تعالیٰ کی ارادت اور مرضی کے سپرد کرے اس لئے کہ اللہ کا

حکم اور امر مخلوق کے لئے مختلف ہے۔ اس کی قسمت میں کبھی خوشی، کبھی حزن، کبھی مرض، کبھی صحت، کبھی تنگی اور کبھی فراخی ہوتی ہے۔ ہر چیز کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ پہنچے اس کو جان سے قبول کرے ہر حال میں قانع رہے بلکہ خوش رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی قربت حاصل ہو جائے۔ صابروں اور شاکروں کے درجہ پر پہنچے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان اللہ مع الصابرین وان اللہ یحب الصابرین واعملوا ال داؤد شکرا وقلیلا من عبادی الشکور وان شکرتم لازیدنکم۔

(بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور بے شک اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اے آل داؤد ہمارے بندوں میں سے شکر کرنے والے کم لوگ ہیں اگر تم نے شکر کیا البتہ ہم تم کو بڑھائیں گے)

شکر کے معنیٰ کو اسی سے سمجھنا چاہیئے کہ تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق صرف کرے۔ سید جلال الدین علوی کے مکتوب میں لکھا ہے کہ اگر انسان ارادت کو اللہ کی جانب سے سمجھے تو شکر کا مقام ہے......

وان یمسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو......(اگر خدا کی طرف سے کچھ نقصان پہنچا تو اس نقصان کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے)۔

اے عزیز! جب طالب عنایت الٰہی سے اللہ تعالیٰ کے جلال وجمال تک پہنچ جاتا ہے تو اس کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اس لئے کہ جلال اسی جمال سے مرکب ہے۔ طالب کو چاہیئے کہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے جلال کے حوالے کر دے اور اللہ تعالیٰ کے جمال سے منسلک ہو جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے طالب کے دل پر آفتاب جلالت تاباں ہوگا اس وقت ہر وہ چیز جو غیر اللہ ہے جل جائے گی تصفیہ قلب حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس عالم کا عکس نظر آنے لگا۔

عشقت بہ تنم آمد اکنواں چہ کنم جاں را
زیرا کہ نمی شاید یک ملک دو سلطان را

(مجھ کو تیرا عشق ہو گیا، اب میں جان کو کیا کروں، ایک ملک دو بادشاہ کی حکومت گوارا نہیں کر سکتا)۔

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہیئے کہ کھانے پینے کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل: ''اکل شریعت'' ...... دوم: ''اکل طریقت'' ...... اور سوم: ''اکل حقیقت'' ہے۔

''اکل شریعت'' ...... یہ ہے کہ کھانے والا، روزی دینے والے کی یاد میں کھائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زندگی گزارے۔

''اکل طریقت'' ...... یہ ہے کہ کھانے والا اپنی ذات سے کھانے

پینے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرے کیونکہ کسی چیز کے وجود کا امکان اللہ تعالیٰ کی ذات سے علیحدہ نہیں۔

''اکل حقیقت''...... یہ ہے کہ کھانے والا اور جو چیز کھائی جا رہی ہے سب ایک ہی ہے جیسا کہ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:...... انا من نور اللہ، والخلق کلھم من نوری...... (مَیں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور جملہ مخلوقات میرے نور سے ہے)

رقصاں شوائے قراضہ چو اصل اصل کانی

جو یائے ہر چہ ہستی میداں کہ عین آنی

(اے جواہر ریزے خوشی کے مارے ناچ کہ تیری اصلیت اصل کان کی پیدوار ہے اور تو جس چیز کو تلاش کرتا ہے، سمجھ لے کہ تو وہی ہے)۔

......اذا بلغ الطالب طلب الحقیقۃ فھو المطلوب وفی ھٰذہ المنزلۃ لا موجود الّا ھو...... (جب طالب حقیقت کی طلب میں انتہاء کو پہنچ جاتا ہے تو وہ خود مطلوب بن جاتا ہے اور اس منزل پر پہنچنے کے بعد سوائے اس کے کسی کا وجود باقی نہیں رہتا)۔

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں اپنے کو خدا کے ساتھ اس طرح مشغول رکھے کہ اپنے سے فانی ہو جائے، جب مقام فنا میں پہنچ جائے گا تو اِلَّا اللہ کی بقا حاصل ہو گی۔ ارادت غیبی کو اپنے مرتبہ کے

مطابق ظاہر کرے اور اپنے محبوب و مطلوب کو اپنی ذات میں دیکھے- چنانچہ اس سے پہلے کہا جا چکا ہے کہ......انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری وفی انفسکم افلا تبصرون......(میں خدا کے نور سے ہوں اور جملہ مخلوقات میرے نور سے اور ہم تمہارے اندر ہیں اور تم دیکھتے نہیں)

اے عزیز! جب تم نے اللہ کے فضل اور انتہائی مہربانی سے اس دولت کو حاصل کر لیا تو تمہارے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی......اذا حصلت علم لا الہ الا اللہ رایت المحبوب فی ذاتہ واذ ابلغ الطالب بفضل اللہ فی ھذہ المنزلۃ لا موجود الا ھو......(جب تم نے لا الہ الا اللہ کا علم حاصل کر لیا تو محبوب کو اپنی ذات میں دیکھ لیا اور جب طالب اللہ کے فضل سے اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اللہ کے سوا کسی کو موجود نہیں پاتا)

اے عزیز! تم جانو کہ مومن کس کو کہتے ہیں۔ المومن لہ خمس علامات، اوّلھا مرض دائماً وثانیھا حزن دائماً وثالثھا مظلوم دائماً ورابعھا بسط الیدین دائماً وخامسھا ذکر الموت علی الحیوۃ دائماً......(مومن کی پانچ علامتیں ہیں۔ پہلی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ کسی مرض میں مبتلا رہے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ ہمیشہ حزن کی کیفیت میں رہے۔ تیسری علامت یہ ہے کہ ہمیشہ مظلوم ہو۔ چوتھی علامت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ ہمیشہ کھلا ہو یعنی سخی ہو اور پانچویں علامت یہ ہے کہ ہمیشہ زندگی بھر موت کو یاد کرتا رہے)

چنانچہ کلام قدسی ہے: لوعلم الانسان منزلۃ عندی بعد الموت لیقول فی لمحۃ ولحظۃ یارب امتنی امتنی...... (اگر انسان کو اس کا علم ہو جائے کہ مرنے ے بعد اس کا مقام میرے نزدیک کیا ہے تو وہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ یہی کہے کہ اے رب مجھ کو بلا لے مجھ کو بلا لے) اور یہ بھی کلام قدسی ہے کہ: علی المومن ترک الدنیا واجب وحب المولیٰ فرض (مومن کیلئے دنیا کا ترک واجب ہے اور اللہ کی محبت فرض ہے)۔

اے عزیز! طالب کی ہمت جس وقت غیر اللہ سے منقطع ہو جاتی ہے ،اس وقت اللہ کے ساتھ ایسی وابستگی ہوتی ہے کہ وہ عبداللہ ہو جاتا ہے۔ مومن اس کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی مخلوق کو ناحق تکلیف نہ پہنچے اور حدیث نبوی پر عمل کرے، جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے:

التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ (اللہ کے احکام کی تعظیم کرنی چاہئے اور اللہ کی مخلوق پر شفقت) کلام قدسی ہے: بعض عبدی من عبادی من عمل بخوف جھنم وتمتع الجنۃ (میرے بندوں میں سے بعض بندے وہ ہیں جو جہنم کے خوف اور جنت کے شوق میں عبادت کرتے ہیں)

اے عزیز! طالب کو چاہئے کہ ان سارے کاموں سے جن کو اللہ کی طرف سے منع کیا گیا ہے اس حد تک پرہیز کرے کہ کسی وقت بھی کوئی قول،

کوئی عمل اور کوئی حال اللہ کی مرضی کے خلاف صادر نہ ہو اور اللہ کی طرف سے جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے اس میں پوری کوشش کے ساتھ لگا رہے۔ نماز، روزہ اور وظائف میں ہمیشہ مشغول رہے تا کہ عارفوں کی معراج حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الصلوٰۃ معراج المومنین (نماز مومن کی معراج ہے)

اے عزیز! طالب کو اس کی واقفیت ہونی چاہئے کہ کون سی نماز مومن کی معراج ہے۔ مومن کو چاہئے کہ دنیا سے وضو کرے۔ عقبیٰ سے غسل کرے۔ اپنے نفس کی قربانی دے اور دریائے فنا میں غوطہ لگائے تا کہ بقا تک پہنچ جائے اس وقت نماز مومن کی معراج ہوگی۔ تکبیر تحریمہ پہلی تکبیر کو کہتے ہیں۔ تحریمہ کے معنیٰ اللہ کے سوا تمام چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرنا ہے۔

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہئے کہ مومن کے شغل کی تین نوعیت ہے: پہلی عبادت، دوسری عبودیت اور تیسری عبودت۔

عبادت کیا ہے، جس کے عوض میں حور وقصور اور بہشت کی نعمتیں ملیں، وہ عبادت ہے۔

عبودیت کیا ہے؟ جس کے عوض میں قرب درجات حاصل ہوں، وہ عبودیت ہے۔

عبودت کیا ہے؟ جس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہو، وہ عبودت ہے۔

مومن کو چاہئے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا طالب ہو اور محبت کیا ہے؟ اپنی ارادت سے فارغ ہو جانا محبت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے فضل سے اللہ کی ذات تک پہنچ جائے۔

گر مراد خویش خواہی ترک وصل ما بگیر

گر مرا خواہی رہا کن آرزوئے خویش را

(اگر تم اپنا مقصود چاہتے ہیں تو میرے وصل کا خیال چھوڑ دو اور اگر مجھ کو چاہتے ہو تو اپنی آرزو کو ترک کر دو۔)

اس باب میں یہ حدیث قدسی ہے: لکل فداء جزاء وفداء ذاتک ذاتی (ہر قربانی کا بدلہ ہے اور تیری ذات کی قربانی کا بدلہ میری ذات ہے) یعنی ہر چیز کا معاوضہ ہے اور تیری ذات کا معاوضہ میری ذات ہے جب تک بندہ اپنی ذات کو فنا نہیں کرتا ذات الٰہی کا حصول ناممکن ہے جیسا کہ اس جملہ میں حکم ہو رہا ہے...... دع نفسک وتعالیٰ...... (اپنے نفس کو چھوڑ دے اور چلا آ)

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہئے کہ مراقبہ کی چند قسمیں ہیں۔ پہلا مراقبہ یہ ہے کہ مومن کو منظور حق ہونا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الم یعلم بان اللہ یری (کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے) فیہ اشارۃ الی المراقبۃ الی اللہ ھو تعلیم الجبرئیل علیہ اسلام اذا قال النبی علیہ السلام بجبرئیل اخبرنی عن الاحسان فقال الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم یکن تراہ فانہ یراک ھو البصیر العلیم علیٰ کل حال ظاھرا و باطنا انہ یعلم الجھر وما تخفی سرًا و جھرًا۔ (اس آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف مراقبہ کا اشارہ ہے وہ تعلیم ہے جبرئیل علیہ السلام کی جب سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھ کو خبر دیجئے کہ احسان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کی جائے کہ آپ اسے دیکھ رہے ہیں اگر آپ اسے نہیں دیکھ رہے ہیں تو خیال رہے کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا جاننے والا ہے ہر حال میں ظاہر ہو یا باطن وہ ظاہر اور پوشیدہ تمام باتوں کو جانتا ہے۔) بندہ کے حرکات، سکنات، احوال، اقوال اور افعال کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جیسا کہ خود اللہ رب العزت نے فرمایا: ان اللہ بصیر بالعباد (بیشک اللہ دیکھتا ہے بندوں کو) ......

دوسرا مراقبہ...... ھو اللہ فی السموات و مافی الارض...... ہے (یعنی وہی اللہ ہے آسمان اور زمین میں) سماوات سے دل مراد ہے اور ارض سے قالب یعنی ظاہر و باطن میں خدا ہے۔

اے عزیز! تم جانو کہ بندہ کے قلب، قالب ارادت، قدرت اور علم

میں اللہ تعالیٰ محیط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اللہ علیٰ کل شیئٍ محیط (بیشک اللہ تعالیٰ تمام چیزوں پر محیط ہے)

اے عزیز! طالب کو اپنے حکم امر اور ارادہ سے نکل جانا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مقام تسلیم وتسکین عطا فرمائے......اعلم ان القرآن یوصل العاشق الی المعشوق حتی یری المعشوق من القرآن......(قرآن عاشق کو معشوق سے ملاتا ہے یہاں تک کہ قرآن سے معشوق کو دیکھ لیتا ہے)

اے عزیز! تم جانو کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور یہ کتاب سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوئی تاکہ اس پر عمل کیا جائے آپ نے اس کے ذریعے رسالت کی تبلیغ کی، اللہ تعالیٰ نے محبوب بارگاہ بنالیا، دونوں جہاں کا مقصود بنالیا عزت کا تاج سر پر رکھا اور ان کے لیے یہ فرمان آیا......لولاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو ہم نہیں پیدا کرتے آسمانوں کو) اور......لولاک لما ظھرت سرالربوبیۃ...... (اگر آپ نہ ہوتے تو ہم نہیں ظاہر کرتے ربوبیت کے اسرار کو)

تم یہ جانو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضرت محمد رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع قرآن میں ہے۔قرآن ہادی ہے ہدایت قرآن میں ہے۔ آج جس نے خود کو قرآن سے آراستہ روشن اور منور نہیں کیا اور اپنے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لائق نہیں بنایا وہ نابینا، ہے اس کا دل سیاہ ہے اور وہ ظالم

ہے جو قرآن کو پڑھتا ہے، سنتا ہے اور اس کے بعد بھلا دیتا ہے اس کے حق میں دوزخ کی وعید ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا، قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ٥

(جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے اس کی گزران تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے، وہ کہے گا اے پروردگار مجھ کو کیوں اندھا اٹھایا میں تو دیکھنے والا تھا۔ کہا یوں ہی پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں اور تو نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھ کو بھلا دیں گے)

اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے غیر اللہ کو دل سے نکال دے خلوت اور عزلت، مخلوق سے الگ ہو جائے، تاکہ ذکر میں استقامت حاصل ہو، نفسانی اور شیطانی خطرات سے چھٹکارا پائے اور دنیوی زندگی کی خواہشوں سے پرہیز کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی لذتیں حاصل ہوں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو۔

اے عزیز! طالب کو جاننا چاہیے کہ ذکر کیا ہے؟ ملازمت ......الذکر ھو الخروج عن ذکری ماسوی اللہ...... (غیر اللہ یعنی اللہ کے سوا تمام چیزوں کے ذکر سے نکل جانا اللہ کے ذکر میں لگے رہنا ہے) جیسا کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے فرمایا...... واذکر ربک اذا نسیت غیر اللہ......(یاد کر اپنے رب کو جب تو بھلا دے اللہ کے سوا سب کو)

اے عزیز! تم جانو کہ توبہ کیا ہے؟...... ھوالخروج الی اللہ الی امر اللہ تعالیٰ وھوالخروج عن ذنوب کلھا اذنب...... (توبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم کی طرف نکلنا ہے اور تمام گناہوں کو چھوڑ دینا ہے۔)۔

از اقلت ما اذنبت قالت مجبۃ

وجودک ذنب لایقاس بھا ذنب

(جب میں نے کہا میرا کیا گناہ ہے تو محبت نے کہا تیرا وجود ہی ایسا گناہ ہے جو قیاس نہیں کیا جا سکتا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے...... یایھا الذین امنوا توبوٗا الی اللہ توبۃ نصوحاً...... (اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف خالص توبہ) فرمان خداوندی ہے کہ...... فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفور رحیما...... (میں نے کہا تم لوگ اپنے پروردگار سے معافی چاہو بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے) اور فرمانِ نبوی ہے:...... التائب من الذنب کمن لاذنب لہ...... (گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں)۔

طالب کو چاہئے کہ گذشتہ گناہوں سے توبہ کی پوری شرائط کے ساتھ توبہ کرے، گناہوں سے پرہیز کرے اپنے ہفت اندام کو گناہوں کی

آلائش سے پاک رکھے اور ہفت اندام کی نگہبانی و پاسبانی میں لگا رہے جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے استقامت حاصل ہوگئی تو اقوال، افعال اور احوال سے جو کچھ صادر ہوگا وہ حسنات ہوگا۔

اے عزیز! توبہ کی تین قسمیں ہیں ایک توبہ دوسری انابت اور تیسری ادیت۔

تم جانو کہ توبہ کیا ہے؟ اپنے بدن کو دنیوی لذتوں اور گناہوں کی آلائش سے پاک رکھے، اپنی زبان کو غیر اللہ کی باتوں سے پاک رکھے اپنے دل کو خواہشات نفسانی سے صاف رکھے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تمام تقصیرات گذشتہ اور تمام گناہ صغیرہ و کبیرہ دھل جائیں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی نیکیوں کی طرف راہ پائے، مقام علیین کی طرف پرواز کرے اور سیر وا الی اللہ (اللہ کی طرف سیر کرو) کی نعمت نصیب ہو جائے تم سمجھ لو کہ یہی توبہ ہے۔

اے عزیز! تم جانتے ہو انابت کیا ہے؟ طالب کو چاہئے کہ غائب سے حضوری میں آئے اور ہر حال میں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اپنے کو اللہ تعالیٰ کا منظور، مقدور، مامور اور مرزوق سمجھے تب خود بینی سے نجات حاصل کی اور مقام فنا میں پہنچا۔ جب طالب مقام فنا میں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اپنے کرم سے طالب کے دل میں علم الیقین کا مشاہدہ کراتا ہے ایسی صورت میں طالب اپنی ذات میں اور ان تمام چیزوں میں جو نظر آتی ہیں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اسی کو انابت کہتے ہیں۔

اے عزیز! تم کو معلوم ہے کہ اویت کیا ہے؟

طالب کو چاہئے کہ اپنے کو گم کر کے اللہ تعالیٰ میں مل جائے اور جو مرتبہ و مقام اس کو حاصل ہو اس سے گذر جائے۔ اس پر نظر نہ کرے اور بلند تر مرتبہ کا طلب گار رہے تا کہ وہ کسی مقام پر رکے نہیں۔ سرور کائنات محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو ہر روز ستر بار درجہ کی ترقی ہوتی تھی اور سلطان الانبیا ﷺ سیر سے رکتے نہیں تھے۔ ہمیشہ بلند سے بلند مقام کی طلب کرتے رہے، اسی طرح طالب کو چاہیے کہ جو مقام اس کو حاصل ہو اس پر قائم نہ رہے اور اسی پر قناعت نہ کرے بلکہ آگے بڑھتا جائے۔ اللہ تعالیٰ کمال ہمت عطا فرمائے تا کہ ذات الہٰی تک رسائی ہو جائے۔ یہی اویت ہے۔

اے عزیز! تم جانتے ہو مجاہدہ کیا ہے؟ ......المجاہدۃ ھوا الغذاء عن النفس و الشیطان......(نفس اور شیطان سے جہاد کرنا یہی مجاہدہ ہے)

طالب کو رات دن اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا چاہئے۔ اور نفس کی کوئی آرزو پوری نہ ہونے دے اس کو نامراد کر دے تا کہ شیطان کو اس پر دسترس

نہ ہو شیطان کو مردود سمجھے نفس کی قید اور شیطان کے وسوسہ سے چھٹکارا پا جائے اللہ تعالیٰ اس پر اخلاص کا دروازہ کھول دے اور اللہ کے ساتھ حضوری نصیب ہو جائے۔ بعضوں نے کہا ہے ...... المجاہدۃ قلۃ الاکل و الشرب والقول والنوم ...... (کم کھانا، کم پینا، کم بولنا اور کم سونا مجاہدہ ہے)

اے عزیز! طالب کو غنا اور فقر کی تعریف جاننی چاہئے ...... الغناء ہوالانقطاع الطمع عن غیر اللہ والفقر ہوالمستغنی عن اللہ ہوالتجرید والتفرید عن غیر اللہ ای الخروج منھا کیا ھوالخروج بالموت والفقر الحقیقی ہوالارشد الی اللہ...... (اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں ان کی لالچ سے دور رہنے کا نام غنا ہے اور فقر اللہ سے مستغنی ہونے کا نام ہے غیر اللہ سے الگ ہو جانا یہی تجرید وتفرید ہے یعنی اس سے اس طرح نکلنا ہے جیسے موت سے نکلنا ہے اور فقر حقیقی اللہ کی طرف راستہ دکھانا ہے)

اے عزیز طالب! تمھیں معلوم کہ شب معراج میں جبرئیل علیہ السلام نے سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اے اللہ کے رسول میرا مقام اس سے آگے نہیں ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے فقر کو رہبر بنایا۔ یہاں تک کہ ...... مقامِ قاب قوسین اوادنیٰ ......تک پہنچادیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... الفقر فخری...... (فقر! میرا فخر ہے)
رسالہ غوثیہ میں مرقوم ہے کہ اللہ کی جانب سے الہام ہوا...... یا غوث الاعظم

قل لاصحابک واحبابک من اراد منکم صحبتی فعلیہ باختیار الفقر......(اے غوث الاعظم اپنے اصحاب واحباب سے کہہ دیجئے کہ جو میرا قرب چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کو وہ فقر اختیار کریں)۔

اے عزیز! تم جانتے ہو فقر کیا ہے یہ آشتی در آشتی اور نیاز میں نیاز ہے۔کمال نیاز کمال بے نیازی میں ہے اور کمال بے نیازی کمال نیاز میں ہے۔

اے عزیز! تم سمجھو کہ آشتی در آشتی کیا ہے۔طالب کو چاہئے کہ جو درد، رنج ،مصیبت اور بلا اس کو پہنچے سب کو اللہ کی جانب سے سمجھے، دل و جان سے قبول کرے اور خوش رہے تا کہ اللہ کا قرب حاصل ہو۔یہی آشتی در آشتی ہے۔

اے عزیز! تم جانتے ہو کہ کمال بے نیازی میں کمال نیاز کیا ہے۔ طالب کو چاہئے کہ اپنے نیاز اور مراد (یعنی اپنی آرزو اور تمنا) کو مخلوق سے وابستہ نہ کرے تا کہ بندہ کی تمنا و آرزو اللہ تعالیٰ پوری فرمائے۔ کمال بے نیازی میں کمال نیاز یہی ہے۔

اے عزیز! کمال بے نیازی کمال نیاز میں ہے اس کو بھی سمجھ لو۔ یہ مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔جس وقت نمرود نے ان کو منجنیق

میں رکھ کر آگ میں ڈالا جبریل علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوا کہ اے جبرئیل ابراہیم کے پاس جاؤ۔ وہ آئے اور کہا یا ابراھیم ہل لک حاجۃ ...... اے ابراہیم کوئی حاجت ہے؟ حضرت ابراہیم نے جواب دیا اِمَّا الیک فلا۔ حاجت ہے لیکن تم سے نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے پھر کہا۔ خدا سے طلب کیجئے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا...... حسبی من سوالی علمہ بحالی...... میری حاجت اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہے اور اس کو میرے حال کی خبر ہے اس لئے کہ وہ دانا اور بینا ہے۔ اس کے بعد آگ کو حکم ہوا...... یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم...... (اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر)

بعضوں نے کہا ہے کہ . . . . جس وقت حضرت ابراہیم کے چاروں طرف آگ شعلہ زن تھی اس وقت ان کی زبان پر یہی آخری کلمہ تھا...... حسبی اللہ نعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر...... (کافی ہے مجھے اللہ جو بہتر وکیل ہے، اچھا مولیٰ ہے اور بہتر مددگار ہے) کمالِ نیاز میں کمال بے نیازی یہی ہے۔

اے عزیز! تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مومن کون ہے؟ مومن کے تین درجے ہیں، جیسا کہ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... المومن ملوک الجنۃ والمومن انیس الرحمٰن ایضاً المومن خواص الرحمٰن...... مومن کے مرتبہ اول...... المومن ملوک الجنۃ...... سے مراد وہ لوگ

ہیں جنھوں نے دنیوی لذت، شہوت اور زندگی کو اپنے دل پر تلخ کر لیا ہو بہشت ایسے ہی لوگوں کی آرزو کرتی ہے، المومن ملوک الجنۃ یہی ہے۔

مومن کے مرتبہ دوم...... المومن انیس الرحمٰن...... سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگی ہو، ان کے ہفت اندام اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں مشغول ہوں اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو، المومن انیس الرحمٰن یہی ہے۔

المومن خواص الرحمٰن ان کو کہتے ہیں جن کا جسم جسم والوں کے ساتھ، روح روح والوں کے ساتھ اور ان کا سِرّ (راز) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دریائے وحدت میں مسرور ہو۔ المومن خواص الرحمٰن یہی ہے۔ المومن خواص الرحمٰن کی دوسری توجیہ اس طرح بھی کی گئی ہے کہ اس کا جسم اور دل ظاہری طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی میں مشغول ہو اس کی روح تحصیل کمالات میں ہو یعنی دریائے وحدت میں مستغرق رہے اور اس کا سِرّ (راز) ذاتِ الٰہی کے مشاہدہ سے خوش ہو۔

اے عزیز! اسی کا نام اتباع رسول ہے جیسا کہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

......الشریعہ اقوالی الطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی ......(میرا قول شریعت ہے، میرا عمل طریقت ہے اور میرا احال حقیقت ہے۔) واللہ اعلم بالصواب

ارشادُ السّالکین

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے اور اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اور درود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

اس عالم میں سے کوئی عالم بھی ظاہر اور پیدا نہیں تھا...... کَانَ اللہ وَلَم یَکُن مَعَہٗ شَیئٌ ...... (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا)

جب اس کی خواہش ہوئی کہ خود کو ظاہر اور پیدا کرے اور اس کی ذات میں جو صفتیں ہیں ان کو آشکارا فرمائے تو اپنے نور کو اس عالم ظاہر کا روپ بخشا اور اپنی ذات کو خلق کا لباس پہنایا۔

چو اظہار گشتن ہمی خواستم   صفتہای خود را خود آراستم

(جب میں نے اپنی ذات کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی صفات کو خود آراستہ کیا)

بہر صورت نمودم ذات خود را   گہے بر شکل آدم گاہ حوا

(ہر صورت میں اپنی ذات کو دکھا دیا کبھی آدم کی شکل میں اور کبھی حوا

کی صورت میں)۔

اب یہ بھی سمجھ لو کہ وہی نور مذکور جو پوشیدہ تھا جب عالم لاہوت سے عالم جبروت میں آیا تو کسوت جبروتی پہنا اور اپنا نام روح رکھا جب عالم جبروت سے عالم ملکوت میں آیا تو کسوت ملکوتی پہنا اور اپنا نام قلب رکھا جب عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں آیا کسوتِ ناسوتی پہنا اور اپنا نام قالب جسم رکھا۔اسی عالم کو ملک ظاہر کہتے ہیں:

وجود ندارد کسے جز خدا ہموں بودہ باشد ہمیشہ بجا

(خدا کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ ہمیشہ اور ہر جگہ وہی ہے۔)

بہر سو نظر کن جمالش عیاں کسے نیست جز وے حقیقت بداں

(جس طرف دیکھو اسی کا جمال نمایاں ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں ہے یہ بھی حقیقت ہے۔)

جاننا چاہئے کہ ملک خاک و باد، آب و آتش انہیں چاروں عناصر سے عبارت ہے اور ان سب کی اصل نور ہے۔ جب نور نزدل کر کے عالم کثیف میں آتا ہے نار ہو جاتا ہے اور جب نار کثیف ہوتا ہے باد ہو جاتا ہے اگر متحرک ہو تو باد ہے ورنہ ہوا ہے۔ اور باد کثیف ہونے کے بعد آب ہو جاتا ہے اور جب آب ہوتا ہے خاک ہو جاتا ہے۔ یہ سب ایک وجود ہے (یعنی سب کا وجود ایک ہی ہے) اور ایک ہی نور کی مختلف صورتیں ہیں۔

جیسے نیشکر (گنّا) جو لطیف لطیف ہے۔ کبھی راب بن گیا کبھی شکر ہو گیا اور کبھی قند اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کی صورت میں بدل گیا۔ یہ سب اسی نیشکر سے ہیں اور اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھو تو تمام شیرینیاں اپنی مختلف صورتوں اور اور الگ الگ ذائقہ کے باوجود عین وہی نیشکر ہیں۔ نیشکر کے علاوہ کوئی دوسری چیز یں نہیں۔

از جمال صبغۃ اللہ عالمی پور نور گشت هر کجا بینی تو نورے او مصوّر می شود

(اللہ کی رنگینی کے جمال سے سارا جہاں منور ہے، جدھر تم دیکھو اسی کا نور نظر آتا ہے)

انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری...... (میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔) اسی سے تم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سب ایک ہی وجود ہے اور ایک ہی نور سے یہ صورتیں جلوہ گر ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک وجود کے سوا دوسرا وجود متصوّر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے سوا کوئی دوسرا وجود نہیں۔

هر چه بینی یار هست اغیار نیست غیر او جز وهم و جز پندار نیست

(جو کچھ تم دیکھتے ہو وہی دوست ہے غیر نہیں ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ وہم اور پندار ہے)۔

از جمالِ ھُوَ معکم جلوہ ہاست　　　لیک ہر کس لائق دیدار نیست

(ھُوَ معکم کے جمال کی جلوہ آرائی ہے لیکن ہر شخص اس دیدار کے لائق نہیں ہے۔)

یہ سب جو تم غیر دیکھتے ہو اور غیر کہتے ہو یہ غیر اعتباری غیر ہے حقیقی نہیں ہے اس لئے کہ غیر حقیقی محال ہے۔ اگر اس غیر کو حقیقی کہیں اور حقیقی سمجھیں تو دو وجود لازم آئے گا جب تک وجود اول ختم نہ ہو جائے اور اس کی انتہا نہ ہو جائے وجود دوم کا تصور ممکن نہیں اور اس کے وجود کی کوئی انتہاء نہیں۔

سوال: (یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ) یہ سب وجود حق تعالیٰ کیسے ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی صورت ہے نہ شکل ہے اور نہ رنگ ہے۔ جو چیزیں عالم ظاہر میں پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کے وجود میں ان میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ اور حق تعالیٰ کا وجود ان چیزوں سے پاک ہے۔

جواب: (اس سوال کا جواب اس مثال سے سمجھو) کلام نفسی وہ ہے جس میں نہ حرف ہو نہ آواز ہو نہ ترکیب ہو اور نہ تقطیع۔ لیکن یہ سب چیزیں اس قرآن و مصحف میں موجود ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن کلام الٰہی

نہیں ہے تو یہ کفر ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن اس ترکیب اور تنظیم کے ساتھ ظاہر نہیں ہوا ہے تو ایسا کہنے والا بھی کافر ہو جائے گا اس لیے کہ قرآن اسی ترکیب اور نظم کے ساتھ وجود میں آیا ہے۔ اسی مثال سے اس مسئلہ کو سمجھنا چاہیے۔ اگر کوئی عالم ظاہر کے وجود کا منکر ہے کہ اس کا وجود نہیں تو یہ کہنے والا بھی کافر ہو گا۔

در کائنات ہر چہ بصورت مقید است

از مخزن وجود بدیں شکل آمدہ است

(کائنات میں جتنی چیزیں ظاہری شکل وصورت کے ساتھ نمودار ہوئیں وہ سب اسی خزانہ وجود سے اس شکل میں آئی ہیں۔)

بحر قدم چو موج بر آرد زبطن خویش

آں را حدوث خواندن در شرع احمد است

(جب بحر قدم اپنے بطن سے موجزن ہو تو شرع احمدی میں اس موج کا نام حدوث پڑا۔)

در معرفت مقام ندیدم ورائے ایں

کایں صورت دمعانی یکذات واحد است

(اس صورت و معانی میں ہی ایک ذات واحد ہے، معرفت میں اس کے سوا کوئی دوسرا مقام مجھے نظر نہیں آیا)

وجود ظاہر کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔اس کا ایک سبب یہ بھی ہی کہ الظاہر اور الباطن اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔الظاہر کے معنی ہستی کا اظہار ہے، اور الباطن کے معنی چگونی کی پنہانی ہے۔ظاہر سے عالم کا وجود مراد ہے۔ظاہر عین باطن ہے وہی باطن اس شکل وصورت میں ظاہر ہوا جب تک باطن تھا کوئی شکل وصورت نہیں تھی۔ جو عالم ظاہر کے وجود کا منکر ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کے اسماء ظاہر کا بھی یقیناً انکار کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی ایک اسم کا بھی انکار کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔اور یہ سمجھ لو کہ الظاہر و الباطن اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے نہ تشبیہ ہے اور نہ تنزیہہ بلکہ اجمالی طور پر دونوں صفات سے متصف ہے۔اور یہ بھی سمجھ لو کہ عالم ظاہر سے اللہ تعالیٰ کی تمثیل پیش کرنے سے اس کی ذات میں کوئی تغیر اور تعدد لازم نہیں آتا۔جس طرح کلام نفسی آواز وحروف کی کثرت کے ساتھ ظاہر ہوا ہے، لیکن کلام نفسی میں (آواز وحروف کی اس کثرت کے باوجود) کوئی تغیر نہیں۔ اگر کوئی اپنا مقصود (یعنی دل کی بات) ظاہر کرنا چاہے تو جب تک آواز اور حروف کی شکل میں ظاہر نہیں کرے گا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔آواز اور حروف کے اظہار سے اس کے دل میں (جو مقصد ہے اس میں) کوئی تغیر لازم نہیں آتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اس عالم ظاہر کی تمثیل میں ظاہر ہونے سے

اس کی ذات اور اس کی صفات میں کوئی تغیر لازم نہیں آتا...... ہوالان کما کان لا یتغیر فی ذاتہٖ وصفاتہٖ بحدوث الاکوان...... (وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ کائنات کے حدوث (تخلیق) سے اس کی ذات اور صفات میں کوئی تغیر نہیں ہوتا)

ایک دوسری مثال سے بھی اس کو سمجھو کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کبھی وحیہ کلبی کی شکل میں آئے اور کبھی اعرابی کی صورت میں۔ یہ جبرئیل کی صورت نہیں تھی اس لئے کہ وہ روحانی ہیں اور وہ دیکھے نہیں جاسکتے۔ لیکن جبرئیل علیہ السلام اس تمثیل (یعنی اس شکل وصورت میں) آتے تھے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ جبرئیل نہیں ہیں تو گویا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا انکار کرتا ہے (اور اس کا انکار کرنے والا) کافر ہے۔

اس مقام میں عارت کا مقصود یہی ہے کہ ایک سے زیادہ کا وجود نہیں ہے اور وہی وجود اس شکل وصورت میں نہاں سے ظاہر میں آیا ہے۔

اے ز حسنت پر تو در چہرہ ہر دلبرے
عشق تو در ہر دلے شوق تو در ہر سرے

(اے وہ ذات کہ تیرے ہی حسن کا پر تو ہر معشوق کے چہرہ میں ہے، تیرا ہی عشق ہر دل میں ہے اور تیرا ہی شوق ہر سر میں ہے)

عاریت از حسن تو در ہر سرے بنہادہ اند

نیست جز تو ہیچ در عالم بمعنی دلبرے

(ہر سِرّ میں تیرے ہی حسن کی کشش ہے اور تیرے سوا دنیا میں کوئی معشوق نہیں)

اس رسالہ "ارشادُ السالکین" میں توحید کا سارا بیان وضاحت اور صراحت کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔ اگر تم کو رغبت ہو تو تمھارے لئے یہی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں، ان تمام چیزوں سے جن کو وہ ناپسند فرمائے۔ ایمان لایا میں اللہ پر اور ان تمام چیزوں پر جو اس کی جانب سے آئیں اور ایمان لایا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔۔۔

☆☆☆............☆☆............☆☆............☆☆☆